

فضائل رسول اکرم ﷺ

قرآن مجید کی روشنی میں

گوہرِ ملیانی

قرآن مجید وہ کتابِ الہی ہے جو تمام آسمانی صحائف اور کتب کے آخر میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ ایک روایت سے علم ہوتا ہے کہ من جانب اللہ نازل کی جانے والی کل کتابیں ۱۰۴ تھیں، اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ملا کر ۳۱۵ تھیں۔ ہو سکتا ہے کہ ۱۰۴ بڑی کتب ہوں اور چھوٹے صحیفے ملا کر یہ تعداد ۳۱۵ بنتی ہو۔ (۱)

قرآن حکیم تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ کوئی نیا پیام لے کر آیا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا بھی یہ دعویٰ نہیں تھا کہ وہ نئے نبی ہیں اور گزشتہ انبیاء کی تعلیم کی نفی کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ (۲)

قرآن مجید وہ کتابِ نور ہے جو دوسری آسمانی کتابوں کی طرح یک بارگی نازل نہیں ہوئی، بل کہ تھوڑا تھوڑا کر کے موقع کی مناسبت سے ۲۳ سال سے کچھ کم مدت میں نازل ہوئی، اور مکمل طور پر القرآن بنی۔ کچھ آیات زمانہ مکہ میں نازل ہوئیں اور کچھ مدینہ منورہ میں۔ مکی سورتیں تو اپنی بلاغت و فصاحت کے لحاظ سے لاثانی ہیں۔ ان آیات کی علمی اور ادبی حیثیت اپنے اسلوب کی معراج پر ہے۔

ان سورتوں کا زور بیباک اور مضامین کی روانی اس قدر پر جوش ہے کہ خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے انسان کو بے دار کر دیتی ہے، جب کہ مدنی سورتیں مفصل، طویل اور بیانیہ اندازِ ادراک تھی ہیں، فکر انگیز ہیں اور پیغام کو موثر انداز سے مفصل پہنچاتی ہیں۔

قرآن مجید ﷺ کے غنچے چمک رہے

ہیں، کہیں قانون کے پھول کھلے ہیں اور کہیں معاشیات کی کلیاں مہکتی ہیں، مگر اس کا بنیادی موضوع انسان ہے۔ یہ موضوع عام کتابوں میں درج علوم و فنون سے بہت بلند ہے، کیوں کہ یہ کتاب الہی ہے اور اس میں انسان کی عملی زندگی کے لیے ہدایات ہیں۔ انسان کی دنیوی زندگی کی اصلاح اور اخروی زندگی کی فلاح ہے۔ اس حوالے سے انبیاء و رسل علیہم السلام کے مبعوث کیے جانے کی ضرورت اور اہمیت بھی اجاگر کی گئی ہے۔ قرآن حکیم واضح کرتا ہے کہ جب کسی خطے میں کوئی قوم گم راہ ہوگئی، دنیوی عیش و عشرت میں محو ہوگئی، خدائے واحد کے احکامات بجالانے کے بہ جائے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگی اور اخلاق و کردار کی اقدار سے دور قصر مذلت میں جاگری تو پھر ہادی اور انبیاء و رسل صراطِ مستقیم، نیک اعمال کی تعلیم دینے اور اخروی زندگی کی کامیابی کے حصول کی تربیت کرنے کے لیے مبعوث ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (۳)

آپ تو خبردار کر دینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما بھیجا گیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے۔ جب آپ ﷺ خواب غفلت میں ڈوبے لوگوں کو چونکا رہے تھے اور غلط روی کے برے انجام سے خبردار کر رہے تھے تو بتایا کہ ہم نے ہر زمانے میں ہر قوم میں ایک نہ ایک ہادی مقرر کر کے یہ خدمت لی ہے۔ (۳)

رسولوں کو مبعوث کیے جانے کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر بھی کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجر

میں فرمایا:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِعَابِ الْأَوَّلِينَ (۵)

اور ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں۔

سورۃ النحل میں فرمایا:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا (۶)

اور تحقیق ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے۔

اور سورۃ الشعرا میں فرمایا:

وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْبَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ (۷)

اور ہم نے کسی قریے کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا، جب تک اس میں کوئی ڈرانے والا نہیں

ان قوموں کو انبیائے کرام علیہم السلام نے متنبہ کیا اور جب یہ بری ڈگر پر چلتی رہیں اور اپنے نبی کی بات نہ مانی تو انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم فرعون اور قوم شعیب اس سلسلے کی چند مثالیں ہیں۔ بہت سے رسولوں کی بعثت کے تذکار قرآن میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کی بھی بہت سی بشارتیں بیان کی ہیں۔

حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے کہا:

خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے، یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا، یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تا کہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند انے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا، وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (۸)

یہ تورات کی صریح پیشین گوئی ہے آپ ﷺ کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔ (۹) حضرت عطا بن یسار غرما تے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے کہا کہ حضور کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ تو فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن مجید میں ہیں، ان ہی میں سے بعض اوصاف تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے:

اے نبی! ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، امتیوں کو بھانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو بدگو اور فحش کلام کرنے والا نہیں ہے، نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا، بل کہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے۔ (۱۰)

ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضرت وہب بن مغیرہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ۔ میں تمہاری زبان سے اپنی بات کہوں گا اور تمہاری قوم کو ہلاک کر دوں گا۔ اور وہی جو بدگوار ہے نہ بدگو۔ نہ

بازاروں میں شور و غل کرنے والا۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا، جو حق گو ہوگا اور میں اس کی وجہ سے انہی آکھیں کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کر دوں گا اور تنگ آلودلوں کو صاف کر دوں گا۔ دل جمعی اس کا لباس ہوگا، نیکی اس کا وطیرہ ہوگا۔ تقویٰ اس کی جاگیر ہوگی۔ حکمت اس کی گویائی ہوگی۔ صدق و صفا اس کی عادت ہوگی۔ عفو و درگزر اس کا خلق ہوگا، حق اس کا دین ہوگا، احمد اس کا نام ہوگا۔ (۱۱)

ان ہی دنوں ایک کتاب ”محمد ﷺ، ہندو کتابوں میں“ از ابن اکبر الاعظمی، مصنفہ شہود پر آئی ہے، جس میں بہت سی پیشین گوئیاں درج ہیں جو ہندوؤں کی ویدوں کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ اگرچہ ان کتابوں کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے، جیسا کہ تورات، زبور اور انجیل کا تذکرہ ہے اور نہ ان پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے، مگر بہت سی ایسی کتب اور صحائف بھی ہو سکتے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ نہیں کیا اور ان انبیاء کرام کا تذکرہ بھی نہیں کیا، جن پر یہ کتب اور صحائف نازل ہوئے۔ ایسے اشارے قرآن مجید میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر امت میں پیغمبران کرام آئے اور ان پر کتابیں بھی نازل ہوئی ہوں گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (۱۲)

ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے، جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

سابقہ سطور میں دیگر ایسی آیات کو بیان کیا گیا ہے، البتہ ایک نئی تحقیق مطالعے میں آئی ہے کہ کینیڈا کے اصل باشندے ایک پیغمبر ”گلوں کلپ“ کو مانتے ہیں، جو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ سے بہت پہلے آیا تھا۔ اس پیغمبر پر ایک کتاب Law The Great نازل ہوئی۔ یہ لوگ سال میں ایک بار اس کی تلاوت کر کے ختم کر دیتے ہیں۔ یہ جب دعا کرتے ہیں تو مشرق (غالباً قبلے) کی جانب منہ کر کے دعا کرتے ہیں۔ ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں۔ ایک اللہ کو مانتے ہیں۔ عبادت میں صف بندی کرتے ہیں اور صف بندی میں اس بات کا خیال کرتے ہیں کہ درمیان میں خلا نہ رہے، کیوں کہ خلا میں شیطان گھس جاتا ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ تعلیمات جو اس قوم کی ہیں، اسلام کے مطابق ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا پیغمبر ہمیں بتلا کر گیا ہے کہ مشرق کی جانب نظر رکھو، وہاں سے ایک اور شخص آئے گا اور وہ یہی باتیں دہرائے گا۔ (۱۳)

کیا یہ انکشاف اور حیرت انگیز بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حکمت کی پیشین گوئی نہیں

ہیں؟

اس کتاب میں ہندوؤں کی کتابوں میں محمد ﷺ اور اس کے مترادف ناموں کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ موحّد، مجاہد، محمد

یہ خالص عربی نام بھوشیہ پوران پرتی سرگ پر ۳، ادھیائے ۳، اشلوک ۵، ۱۲، ۱۴، ۱۸ میں اور شرید بھاگود: مہاتم پوران ادھیائے ۲، اشلوک ۶۷ میں، اور ادرپشند میں اور سنگرام پورا سکندر ۱۲، کانڈ ۶ (ترجمہ تلسی داس) میں وارد ہوا ہے۔

۲۔ احمد، ایمد، امیت

یہ صریح عربی نام رگ وید منڈل ۸ سوکت ۶، منتر ۱۰ میں، سام وید پر یا ٹھک ۲، دشتی ۶، منتر ۸ میں اور اشرو وید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۶، منتر ۱۳ میں آیا ہے۔ یہی نام بجر وید، سوکت ۳۱ منتر میں اجمت کے ساتھ آیا ہے۔ سنسکرت اور ہندی میں ’’ذ‘‘ کو ’’ت‘‘ میں بدلنے کا رواج عام ہے۔ (۱۴)

اہل علم و دانش جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے بھی رسول اکرم صلی اللہ کی آمد کی بشارت دی ہے، جسے قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَبَشِيرًا لِّبِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ ط (۱۵)

اور یاد کرو عیسیٰ بن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس توراہ کی جو مجھ سے پہلے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ابراہیم کی دعائیہ بشارت ہے۔ وہ جب مکہ میں بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اور آپ کے فرزند ابرہہ نے حضرت اسماعیل بھی آپ کے ساتھ تھے تو یہ دعا بھی مانگ رہے تھے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ط إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط (۱۶)

اے رب! ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو! جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک و پیراں بنا دے۔

کلیم ہے۔

گویا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا ظہور حضرت ابراہیم کی دعا کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو احسان قرار دیا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۱۷)

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک پیغمبر اٹھایا، جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حال آں کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گم راہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

یہ بشارتیں، یہ دعائیں اور یہ پیشین گوئیاں اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی خاص نظر کرم، محبت و عظمت مصطفیٰ اور فضیلتِ محسنِ انسانیت ﷺ کے انوارِ ذی شان رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی آیات کریمہ فضائلِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جگمگا رہی ہیں۔ کتنے فرموداتِ خالقِ ارض و سماوات، تعلیماتِ ربانی، تذکارِ قرآنی اور برہانِ ربانی کی تجلیات سے ضیا بار ہیں، جن میں شرفِ سیدِ ابرار، فوقیتِ احمدِ مختار اور فضیلتِ محبوبِ ستارِ ﷺ کے گہرے گہرائیوں میں زینگار ہیں۔ سید المرسلین، محبوب رب العالمین ﷺ کی فضیلتوں سے مزین بہت سی آیات کریمہ ہیں، جو پورے قرآنِ مجید میں جگمگ کر رہی ہیں اور اہل خیال و فکر اور تدبر کرنے والے اہل خبر کے قلب و نظر میں رنگ بھر رہی ہیں۔ آئیے ان منور و مستنیر فضائلِ سید الانبیاء، نورِ راہِ ہدیٰ ﷺ سے پر افکار آیات کا مطالعہ کریں اور خالقِ بحر و بر کی نوازشوں، زیباشوں کی پر بہار اداؤں کو حرز جاں بنائیں۔

پہلی وحی ہی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عظمتوں کی آئینہ دار ہے۔ کس طرح ایک یتیم اور امین و صادق کو فرائضِ نبوت کی ادائیگی کے لیے منتخب کیا اور حرا جیسی تنگ سی غار میں مہینوں سے عبادت کرنے والے، تلاشِ حق میں گن گن انسان پر فضیلت کا تاج رکھ دیا، جب اللہ تعالیٰ کے ناموسِ اعلیٰ حضرت جبرائیل نے آ کر کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۱۸)

آپ ﷺ نے جواب دیا:

مَا اَنَا بِقَارِي

میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

حضرت عائشہؓ اس سلسلے میں خود رسول اللہ ﷺ کا قول نقل کرتی ہیں کہ میں نے کہا:

میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔

اس پر فرشتے نے مجھے بھیٹیا، یہاں تک کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے

چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے دوبارہ مجھے بھیٹیا اور میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر

اس نے کہا پڑھو۔ میں نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے تیسری مرتبہ مجھے بھیٹیا، یہاں تک

کہ میری قوت برداشت جواب دینے لگی۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات پڑھائیں اور آپ پڑھتے گئے۔ (۱۹)

یہ رب کائنات کی خاص عنایت اور رحمت ہے کہ ایک امی انسان کو چنا اور انوار قرآن سے منور کر دیا۔

یہ عطاے نبوت وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاص ودیعت ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ ایک شخصیت خالی الذہن

تھی کہ وہ نبوت کے فرائض انجام دینے کے لیے منتخب کر لی جائے گی۔ اگرچہ نزول وحی کا یہ واقعہ آپ ﷺ

کے لئے نہیں تھا، مگر حضور ﷺ کی پاکیزہ زندگی اور عظمت کردار آپ ﷺ کو خیر البشر، افضل البشر اور

محبوب پیغمبر ﷺ بنا گئے۔ فضیلتوں کی انتہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور علم دیا، ہدایت ورہ نمائی کا علم

دیا۔ حکمت روحانی، عظمت انسانی اور عزیمت جاودانی سے سرفراز فرمایا۔ یہی نہیں، بل کہ جب وحی کا

سلسلہ منقطع ہوا اور پریشانی سے دباؤ بڑھا تو کتنے پیار سے روز روشن اور سکون لیل کی قسم کھاتے ہوئے

خالق مطلق نے ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا:

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝ وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ

مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَ لَسَوْفَ يُمْطِئِكَ رَبُّكَ فَبَرِّضْ ۝ (۲۰)

قسم ہے روز روشن کی اور رات کی، جب کہ وہ سکون سے طاری ہو جائے۔ (اے نبی)

تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا، اور یقیناً تمہارے لیے بعد کا

دور پہلے دور سے بہتر ہے اور میں فریب تمہارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

آپ ﷺ کو اطمینان و تسلی دینا آپ کی نبوت کو مستحکم کرنے کے لیے بھی ہے کہ وحی کے نزول سے جو بار آپ پر پڑتا ہے، اس کے اثرات زائل ہو جائیں۔ محبت بھرے اس اظہار کے ساتھ ہی یہ بھی خوش خبری سنادی کہ آپ کا بعد کا دور موجودہ دور سے بہتر ہے۔ یہ کب کہا؟ جب مکے میں شیع ہدایت ابھی ٹنٹنا رہی تھی۔ مٹھی بھر صحابہ کرام آپ کے والی و شیدا تھے۔ آپ ﷺ کی مخالفت پر سردارانِ قریش، بل کہ پورا مکہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان رنجیدہ حالات میں مستقبل کی درخشانی کی خوش خبری دی جا رہی ہے۔ یہ حسنِ محبت کا اظہار آپ ﷺ کے مستقبل کی فضیلت کا بھی آئینہ دار ہے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ کا رب آپ پر عطا اور بخشش کی بارش کر دے گا اور آپ خوش ہو جائیں گے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ حضور ﷺ کی زندگی میں اس طرح پورا ہوا کہ سارا ملک عرب جنوب کے سواصل سے لے کر شمال میں سلطنتِ روم کی شامی اور سلطنتِ فارس کی عراقی سرحدوں تک اور مشرق میں خلیج فارس سے لے کر مغرب میں بحرِ احمر تک آپ کے زیرِ نگیں ہو گیا۔ (۲۱)

اس کے ساتھ ہی خالق کائنات نے رسولِ رحمت، مہرِ رسالت ﷺ کی ابتدائی زندگی کا نقشہ پیش کر کے اپنے الطاف و اکرام اور اپنی عنایات و انعامات کے محبت بھرے احسانات کو بیان کر کے درخیم، رؤف و رحیم ﷺ کو عزمِ صمیم اور درجاتِ عظیم سے نوازا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمادیا:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۖ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۖ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ ۚ (۲۲)

کیا اس نے تمہیں یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا، اور تمہیں نادار و اقصیٰ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی، اور تمہیں نادار پایا اور مال دار کر دیا۔

سرورِ عالم، رسلِ خاتمِ ﷺ کی بچپن سے جوانی تک کی حیاتِ مطاہرہ کے نشیب و فراز بیان کر کے رحمت و شفقت اور شوکت و شہمت کے عطیات سے نوازنے کے تذکار، اپنے اندر وہ خصائص و صفات رکھتے ہیں، جو محسنِ انساں، جانِ جہاں ﷺ کی زندگی میں گلاب و نسترن کی طرح مہکتے ہیں اور کسی نبی پر نچھاور کی گئی ان نعمتوں، عظمتوں اور فضیلتوں کا ذکر، اس قرینے سے قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ اس سورۃ سے منسلک اگلی سورۃ الم نشرح میں ربِ غفار، خدائے قہار نے عنایت و شفقت کے ایک اور گوہر نایاب کی ضیائیں پھیلائی ہیں، فرمایا:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۚ (۲۳)

اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کا آواز بلند کر دیا۔

کیسا شاہانہ اور دلبرانہ اندازِ مخاطب ہے۔ یہی حق و صداقت سے لب ریز خوش خبری ہے اور وہ

بھی ابتدائی عہد مکہ میں، ”جب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس فریڈ کے ساتھ گفتی کے چند آدمی ہیں..... اس کا آوازہ دنیا بھر میں کیسے بلند ہوگا اور کسی نام وری اس کو حاصل ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں اپنے رسول ﷺ کو یہ خوش خبری سنائی اور پھر عجب طریقے سے اس کو پورا کیا۔“ (۲۴)

سیرتِ حسنِ انسانیت ﷺ رفیع ذکر کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کے دشمنوں نے آپ کا اسم گرامی ملک کے دور و نزدیک قبائلی علاقوں تک پہنچا دیا۔ جادوگری کے اس پروپیگنڈے نے ہر قبیلے کے عوام الناس کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ کون شخص ہے؟ یہ تجس آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کا زینہ بنا۔ پھر ہجرتِ مدینہ کے بعد غزوات آپ ﷺ کی شہرت و عظمت کو بلند کرنے کا ذریعہ بنے۔ آپ کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین کی ہمت و استقلال اور فتوحات صحابہ کرام کی تبلیغی جدوجہد نے چہار دانگ عالم میں آپ ﷺ کا غلغلا پھیلا دیا۔ آج آپ ﷺ کی رفعت مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی ہے۔ جہاں جہاں بھی مملکتِ فنی سے لے کر کینیڈا تک تسلسل سے نماز کے لیے اشہدان لا الہ الا اللہ کی صدا گونجتی ہے، وہاں اس کے ساتھ ہی اشہدان محمد رسول اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے۔

ابوسعید خدریؓ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جبریل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ میرا رب اور آپ کا رب پوچھتا ہے کہ میں نے کس طرح تمہارا رفیع ذکر کیا ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔

ابن جریر کے علاوہ اور بہت سے صحابہ کرام نے اسے روایت کیا ہے، بعد کی تاریخ یہ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

رب العالمین کی رحمتیں بے پایاں ہیں، عظمتیں بے شمار ہیں اور عنایات لا تعدا وہیں۔ اس دنیا کے انسان پیدائش سے لے کر دم واپسی تک اس کی نعمتوں سے سرفراز ہوتے ہیں۔ ان میں انبیاء و رسل علیہم السلام خاص طور پر اس کے محبوب ترین بندے ہیں۔ خیر الرسل، ختم الرسل اور دانائے سب ﷺ ان میں افضل البشر ﷺ ہیں، جن پر کتاب نور کی حکمتیں کھول دی گئیں، اسرار و رموز لدنی وا کر دیے گئے اور اپنی آخری کتاب میں شانِ کریمی، خلقِ خلیل ﷺ کے فضائلِ جلیلہ کے انوار ساری دنیا کے سامنے ضو بار کر دیے۔ پھر آپ ﷺ کی شان و عظمت کا یوں بھی اظہار کر دیا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا

بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

کس قدر محبت و رحمت کا اظہار ہے۔ کتنی عظیم فضیلت ہے کہ خود خالق کائنات بر ملا اظہار کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب نبی پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی سلام بھیجتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے اپنے نبی ﷺ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ پر بے حد مہربان ہے۔ آپ کی تعریف فرماتا ہے، آپ کے کام میں برکت دیتا ہے، آپ کا نام بلند کرتا ہے اور آپ پر اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے۔ ملائکہ کی طرف سے آپ ﷺ پر صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ سے غایت درجے کی محبت رکھتے ہیں اور آپ کے حق میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو زیادہ سے زیادہ مرتبے عطا فرمائے، آپ ﷺ کے دین کو سر بلند کرے، آپ کی شریعت کو فروغ بخشنے اور آپ کو مقام محمود پر پہنچائے۔ (۲۶)

فضیلت و عظمت کی انتہا ہے کہ انسانی ادراک اس مرتبے کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے۔ پھر درود و سلام بھیجنے کا اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے، جس طرح دیگر احکام، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ادا کرنا فرض ہیں، اسی طرح سرور کائنات ﷺ پر درود و سلام بھیجنا بھی فرض ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں صلوٰۃ کا طریقہ ارشاد فرمایا کہ وہی درود جو نماز میں پڑھتے ہیں، درود ابراہیمی پڑھا کیجیے۔

قرآن حکیم میں محسن انسانیت ﷺ کی جلالت و فضیلت سیرت کا ایک پر عظمت انداز بیان ملتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم ﷺ کی دل ربا تو س قرح سجائی ہے۔ باری تعالیٰ کا حسین و جمیل اسلوب دیکھیے:

وَ اِنَّكَ لَ لَعَلٰی خَلْقِيْ عَظِيْمٌ (۲۷)

اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔

کتنا اچھوتا اور رس بھر جملہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کی انتہا ہے جو ضرب المثل بن گیا ہے۔ یہ عظمت و حشمت سلسلہ انبیاء، بل کہ جملہ نوع انسانیت میں اور کسے عطا ہوئی؟ ہمیشہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس عہد میں مکہ کا ہر معقول آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی حسن سے متاثر تھا۔ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے القاب سے پکارا جاتا تھا۔ اگرچہ متعصب مشرک سردار جانتے بوجھے حضور ﷺ کو معاذ اللہ مجنون اور جادوگر کہتے تھے، مگر کوئی ذی شعور انسان تسلیم نہ کر سکتا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہاں خَلَقَهُ الْقُرْآنُ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تصدیق کر لی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ سواد دہلی نے اس آیت کی تشریح حسین و جمیل انداز سے کی ہے۔ لکھتے ہیں:

محسن انسانیت ﷺ نے دنیا کے سامنے قرآن کی تعلیم ہی نہیں پیش کی تھی، بل کہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھلایا تھا، جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا، آپ ﷺ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا، جس چیز سے اس میں روکا گیا، آپ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا۔ جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا، سب سے بڑھ کر آپ ﷺ کی ذات ان سے متصف تھی اور جن صفات کو اس میں ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا ہے، سب سے زیادہ آپ ان سے پاک تھے۔ (۲۸)

محسن انسانیت ﷺ کے تذکار و اوصاف حمیدہ کی ایک کہکشاں قرآن حکیم میں لگی ہے۔ انوار کتاب ہدیٰ کی ضیائیں جب حسن فضیلت کو صوفشاں کرتی ہیں تو ان میں مہتاب کی ایک کرن رحمة للعالمین ﷺ کی صفت لیے عالم انسانیت کو فروزاں کرتی ہے۔ رب انس و جاں نے یہ پیغام جاوداں دیا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (۲۹)

اور ہم نے نہیں بھیجا مگر آپ کو رحمت للعالمین بنا کر۔

گویا آپ ﷺ سب جہانوں کے لیے رحمت کی گھاٹ بن کر آئے ہیں۔ صرف نوع انسان ہی کے لیے نہیں، بل کہ جملہ مخلوقات کے لیے باد صبا بن کر آئے ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے انداز سے رحمت کی وسعت کو بیان کیا ہے۔ صاحب تفہیم القرآن کی ترجمانی کچھ یوں ہے:

اے محمد (ﷺ)! ہم نے تو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔

پھر اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ دونوں صورتوں میں مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت دراصل نوع انسانی کے لیے خدا کی رحمت اور مہربانی ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے آ کر غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکایا ہے اور اسے وہ علم دیا، جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے، اس کو بالکل غیر مشتہ طریقے سے بتا دیا ہے کہ اس کے لیے تباہی کی راہ کون سی ہے اور سلامتی کی راہ کون سی۔ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے، ناخن سے گوشت جدا کر دیا ہے۔ اس پر فرمایا گیا کہ نادانو! تم

رحمت للعالمین ﷺ نے جہالت میں ڈوبے، مصائب میں پھنسنے انسانوں کو راحت فراہم کی۔ آپ ﷺ کی رحمت حدود و قیود سے ماورا ہے، وقت کی قید سے آزاد ہے۔ آج بھی آپ ﷺ کی رحمت للعالمین ہیں اور قیامت تک کے زمانے کے لیے آپ کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لیے رحمت ہیں۔ رب العالمین ”الرحمن الرحیم“ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اسمائے حسنہ میں ”الرحمن“ وہ اسم ہے، جو نظام وجدانی کا مبداء ہے اور جس کے بعد اور کوئی اسم نہیں، وہ ”الرحمن“ ہے۔ اس کے فیضان کی عمومیت کلی ہے، اور اس فیضان کا مبداء ذات اقدس کی رحمانیت مطلقہ ہے۔ (۳۱)

گویا یہ صفت ”الرحمن“ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مختص ہے تو صفت ”رحمت للعالمین“ سرور کائنات ﷺ کے لیے مختص ہے۔

اس سلسلے کی یہ آیت بھی سرور عالم ﷺ کی شان و شوکت اور رحمت و شفقت کے انوار پھیلاتی ہے:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ (۳۲)

دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے، جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔

رؤف، رافت سے ہے اور اس کا اطلاق ایسی رحمت پر ہوتا ہے جو کسی کم زوری و مصیبت پر جوش میں آئے۔ پس رافت و رحمت کی ایک خاص صورت ہے اور رحمت، عام ہے۔ دونوں کے جمع کر دینے سے رحمت کا مفہوم زیادہ قوت و تاثیر کے ساتھ واضح ہو گیا ہے۔ خدا نے یہ دونوں وصف جاہہ اپنے لیے فرمائے ہیں اور یہاں اپنے رسول ﷺ کے لیے بھی فرمائے ہیں۔ (۳۳)

یہ فضیلت جاودانی ہے، جو رحمت للعالمین ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پر بہار اسلوب میں ایک اور جلوہ محبت سید البشر ﷺ کی ادائے بشریت ہے۔ رب کائنات نے آپ ﷺ کے مقام بشریت کی خصوصیت کو واضح کرنے کے لیے آپ ﷺ کے حقیقی مرتبے

اے محمد! کہہ دیجیے کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ

- تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔

کتنا تابندہ و ورخشندہ مطالب و مفاہیم کا مرقع یہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ معیار و مرتبے کے لحاظ سے فضیلت کا کتنا بلیغ و فصیح اسلوب ہے۔ زبان خیر البشر ﷺ سے کہلوادیا کہ اے اہل ایمان میں بھی تم جیسا ایک بشر ہوں، مگر ان کم زوریوں سے پاک ہوں جو دیگر انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ میری رہ نمائی تو قدم قدم پر ربِ قدیر کرتا ہے۔ میرے قول و فعل اور میرے حسن کردار کی حفاظت رب قہار کرتا ہے۔ میرے پاس جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں، احکام خداوندی پہنچاتے ہیں۔ جو فرض مجھے ادا کرنا ہے، اس کی ہدایت فرمانِ الہی کے مطابق پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے معصوم عن الخطا رکھا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ اپنے عہد رسالت میں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے ہیں۔ باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں خود اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ (۳۵)

پس اے نبی صبر کرو، اپنے رب کا فیصلہ آنے تک۔ اس لیے کہ بلاشبہ تم ہماری نگہداشت میں ہو اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب تم اٹھو۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

اسی سورۃ میں حضور ﷺ کو مخاطب فرماتے ہوئے تسلی دی:

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ (۳۷)

اے محمد! کہہ دیجیے کہ اللہ میرے لیے کافی ہے۔

بل کہ سورۃ المائدہ میں تو اللہ نے واضح طور پر فرمادیا:

وَاللَّهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ (۳۸)

اللہ تعالیٰ تمہاری (ہر قسم کے) لوگوں سے حفاظت کرے گا۔

یہ حفظ و امان کے فرمودات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہیں اور کسی انسان کے لیے نہیں

ہیں۔ یہ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنے محبوب پیغمبر ﷺ بروحی سمجھتے ہیں اور اس کی ہر طرح سے رہ نمائی کرتے ہیں۔ یہ وہ مہربانہ بشریت ہے کہ جس پر آسمان کے فرشتے اور زمین پر اللہ کے بزرگ انسان بھی ناز

کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں سید المرسلین ﷺ کی عظمت و فضیلت کے انوار نمودار ہیں۔
اللہ تعالیٰ سید الانبیاء، صاحبِ جود و سخا اور رسولِ رشد و ہدٰی ﷺ سے کس قدر محبت کرتے ہیں، کتنا
پیار کرتے ہیں؟ انسانی ادراک اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ فہم و شعور کی کنہ پانے سے عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے قرآن حکیم میں کہیں بھی اسم محمد یا احمد لے کر نہیں پکارا۔ اللہ کے حسنِ مخاطب پر قربان ہونے کو جی چاہتا
ہے کہ سیرت و کردار کے محاسن بیان کرنے سے پہلے یا محمد کہہ کر نہیں پکارا، بل کہ صفاتی حسن کو سامنے رکھا:

يَا أَيُّهَا الْمُرْتَلُّ (۳۹)

اے کپڑوں میں لپٹنے والے۔

يَا أَيُّهَا الْمُدْتَرُّ (۴۰)

اے چادر اوڑھنے والے۔

سبحان اللہ! خالقِ ارض و سوات نے محرمِ اسرارِ حرا، خواجہٗ دوسرِ الوجود ﷺ کو جس حالت میں دیکھا، اسی
انداز سے کتنی محبت سے پکارا۔ یہ محبت ہی نہیں ہے، بل کہ عظمتِ خیر الوریٰ اور شانِ بیکرِ تسلیم و رضا ﷺ بھی
ہے۔ اسی طرح یسین اور ط اور دیگر حروفِ مقطعات ہیں، مگر ان میں بھی اوصاف و احسانات کی ایک دنیا
مضمّر ہے۔ ان کے مفہوم و مطالب سے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات اور محبوبِ پیغمبر ﷺ، صاحبِ قرآن
ہی آگاہ ہیں۔ مفسرین قرآن حکیم نے انہیں القابات قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَسَّ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ (۴۱)

یسین، قسم ہے قرآن حکیم کی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عکرمہؓ وغیرہم کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں: اے انسان یا اے
شخص! اور بعض مفسرین نے اسے ”یاسید“ کا مخفف بھی قرار دیا ہے۔ اس تاویل کی رُو سے ان الفاظ کے
مخاطب نبی ﷺ ہیں۔ (۴۲)

اسی طرح یہ آیت دیکھیے:

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ (۴۳)

ص، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی۔

یہ بھی حروفِ مقطعات میں سے ہے۔ ص کے مفہوم کا تعین بھی مشکل ہے، لیکن حضرت ابن عباسؓ
اور ضحاک کا یہ قول بھی کچھ دل کو لگتا ہے کہ اس سے مراد صادق فی قولہ یا صدق یا محمد یعنی محمد
ﷺ صادق ہیں، جو کہہ رہے ہیں صح کہہ رہے ہیں۔ صداد کے حروف کو ہم اردو زبان میں بھی اسی سے ملتے

جلتے معنی میں استعمال کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں کہ میں اس پر صا درکتا ہوں۔ (۴۴)

یہ ایک اور آیت دیکھ لیجیے:

طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ (۴۵)

طہ، ہم نے یہ قرآن تم پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔

اس آیت میں بھی آپ ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ وہی دل کش، محبت بھرا اسلوب ہے، رسول مکرّم ﷺ کی عظمت و رفعت اور شوکت و فضیلت ہے۔

اس طرح رفعت بشریت کا تاج رب کائنات نے مظہر انوار حق، مصدر اسرار حق ﷺ کے سر پر سجایا ہے۔ انسان کی فہم و فراست اس حقیقت امر حق کی وسعت کو پانے سے قاصر ہے۔ کون سمجھ سکتا ہے کہ سید البشر ﷺ کا سفر معراج، اس کی رفعت کے اسرار و رموز کیا تھے۔ اس سدرۃ المنتہیٰ کے سفر کے مقاصد کیا تھے؟ قرآن حکیم کی اس آیت کی تشریحات اور اس سے متعلقہ احادیث کی تفہیمات سے جو کچھ فکرو خیال کی متاع عزیز بنتا ہے، اسی پر غور و خوض کرتے ہیں، جو عظمتیں اور فضیلتیں اس آیت کریمہ سے حاصل ہوتی ہیں، انہیں فضیلت رسول ﷺ کی زینت بناتے ہیں، کیوں کہ یہ نور قرآن تو اللہ کی پر مجال عطا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ فرمان دل ربا دیکھیے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (۴۶)

پاک ہے وہ اللہ جو لے گیا ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے، تاکہ اس کو اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت بھی وہی ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا۔

یہ وہی واقعہ ہے، جو اصطلاحاً معراج اور ’اسرا‘ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔ بہت سے صحابہ کرام اس کے راوی ہیں۔ قرآن مجید صرف مسجد حرام سے مسجد بیت المقدس تک جانے کی تشریح کرتا ہے اور اس سفر کا مقصد یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھانا چاہتا ہے۔ یہاں اس سے زیادہ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ احادیث میں اس کی تفصیلات ہیں۔ حضرت جبرئیل کے آپ ﷺ کو اٹھا کر براق پر لے جانے کے واقعات ہیں۔ (۴۷) تفصیلات کسی بھی تفسیر میں دیکھ لیجیے۔

معراج درحقیقت ایک انوکھا اور انسانی فہم و فراست سے بہت بلند واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے خیر البشر، سید البشر ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لے گیا اور اپنی

بہت سی نشانیاں دکھائیں۔ یہ انسانیت کا عروج، محسن انسانیت ﷺ کی عظمت و رفعت کا بے مثال مرتبہ ہے۔ حضرت موسیٰ کو تو ”لن ترانی“ کا جواب ملا تھا، مگر اس معراج میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو اپنے پاس بلا لیا۔ یہ شانِ خداوندی اور شانِ بشر کا ایسا تعلق ہے کہ سوچیں گم ہو جاتی ہیں۔ فکر و شعور جواب دے دیتے ہیں، مگر رسول اکرم ﷺ کو اسرار و رموز کائنات سے آگاہ کرنا تھا۔ عظمت و فضیلت بشریت سے نوازنا تھا۔ اس لیے رب ارض و سماوات نے شاہ ام، مہر کرم ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ گویا اپنی حمد کے ساتھ اپنے محبوب رسول ﷺ کی عقیدت کو بھی لازم قرار دیا ہے۔ اس طرح واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سرورِ عالم ﷺ کی اطاعت سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔

فرمانِ ربِ قدوس ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (۳۸)

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

ایک اور مقام پر مزید تاکید فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (۳۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

گویا اعمال کی قبولیت بھی اطاعتِ رسول ﷺ کے بغیر ممکن نہیں۔ اس سے بڑھ کر عزیز اور علیم

ذات نے یوں بھی فرمایا:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (۵۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی، بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اس اطاعت میں حسنِ فضیلت کے لوگوں اور المرجان کس طرح ضوفشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی

کام یابی سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کے بغیر ناممکن قرار دے رہا ہے۔ گویا انسان کا ہر عمل اور ہر

عبادت جب تک اطاعتِ رسول ﷺ کے مطابق نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہ ہوگی۔

اس سے بڑھ کر خالق کائنات نے یہ بھی فرمادیا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ

غَفُورٌ رَحِيمٌ (۵۱)

کی اجازت سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ چند کلمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمائے گئے ہیں، جن میں آپ کے لیے تسکین کا خزانہ بھی ہے اور فرائض کی انجام دہی کا فرمان بھی ہے۔ درحقیقت مقصود کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرور عالم ﷺ کو یہ مراتب عطا کیے ہیں۔ آپ ﷺ کی شخصیت بہت بلند و بالا ہے۔ یہ مخالفین بہتان و افترا کا طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ آپ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اس حکم سے یہ ستائش رب کریم بھی مترشح ہوتی ہے کہ ان کا مقابلہ کسی معمولی انسان سے نہیں ہے، انہیں تو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔ (۵۵)

اللہ تعالیٰ نے ہی محترم و مکرم ﷺ کی صفات شاہد، مہشراور نذیر بھی بیان کر دی ہیں۔ اس شہادت کا مفہوم تو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ہر بات خالق کی ہدایت کے مطابق ہے اور یہ شہادت عملی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ہر حکم پر خود عمل کیا ہے اور یہ شہادت اخروی بھی ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے آخرت میں ہر ایک سے متعلق شہادت دیں گے۔ اسی طرح آپ کو اللہ نے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بھی بنا کر بھیجا ہے۔ واضح رہے کہ محسن انسانیت ﷺ روشن چراغ بھی ہیں۔ جس طرح چراغ سے روشنی پھیلتی ہے اور تاریکی بھاگ جاتی ہے، اسی طرح مہر ہدایت کے طلوع ہوتے ہی جہالت اور کفر و باطل کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ تاریخ عالم اس کو سب کے سامنے کافور کرتی ہے۔ یہ انوار قرآن بھی فضیلت کی حسین و جمیل تجلیات ہیں۔

قرآن کریم عظمت محزون، اسرار ربانی، مرکز انوارِ رحمانی ﷺ کی ایک اور ضیائے عقیدت کو صوفشاں کرتا ہے اور قادرِ مطلق مدثر و منزل ﷺ کے ایک اور انسانی حقیقت کے نئے انداز میں تابانی پھیلاتی ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (۵۶)

لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

اگرچہ اس آیت کے پہلے حصے میں مشرکین کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے، جو حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق اور حضور اکرم ﷺ کے ان سے نکاح کا بار اٹھانے کے لیے اس رسم جاہلیت کا خاتمہ کیا ہے جو منہ بولے بیٹے کو بیٹا کہا جاتا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں

اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جن کے عہد میں ایسی رسم کو مناد یا جائے۔ (۵۷)

مگر ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ باری تعالیٰ نے کتنے حسین اسلوب میں بے نظیر و بے مثال، انتہائے کمال ﷺ کی رسالت کو آخری قرار دیا ہے۔ یہ فضیلت و عظمت اور حشمت و رفعت رسول کریم ﷺ کی شان خیر البشر کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ عطاءے خالق عالم ہے، جس میں محبت و عظمت ہے۔

قرآن حکیم ام الکتاب ہے۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو ازل سے ابد تک انکار و علوم اور پوشیدہ و معلوم انوارِ علم و آگہی کا گلستان ہے، جس میں ہر موضوع کے پھول مہکتے ہیں، ادب کے غنچے بھی چمکتے ہیں۔ اسلوب و اندازِ بیاں، فصاحت و بلاغت کے بستان اور تشبیہات و استعارات کے خیابان بھی چمکتے ہیں۔ یہی نہیں، تخلیق کائنات کی غرض و غایت، تخلیقِ بنی نوع انسان کی مقصدیت، انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی اہمیت اور خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ و سیرت کی اجتماعیت کی آفاتیت کے تذکار کی حکمت قرآن حکیم کی تعلیمات میں درخشاں ہے۔

عالمی علوم نے گذشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل اپنے ذخیرہ ادب کو اس کتاب نور کے بحر بے کراں سے لؤلؤ و لالاجن کر رزخیز بنایا ہے، بل کہ اس کے انوار و روحانی و اخلاقی سے مستنیر ہوئے ہیں۔ کیا مفکر، کیا سائنس دان، کیا عوام و حکم ران، کیا ادیب و شاعران اور علوم لدنی کے خطیب و ترجمان، سب کتاب حکمت کے انوار مکافات و محاکات اور کمالات و نادرات سے اپنے فنی، ادبی، فکری اور اجتہادی زاویوں کو ضیا بار کرتے رہے ہیں۔

عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پنجابی، بنگالی، سریانکی، بل کہ دنیا کی تمام زبانوں کی ادبیات پر تعلیمات قرآن حکیم کے اثرات مرتب دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے موضوع مقالہ کے حوالے سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن حکیم فضیلتِ محبوب رب العزت، ختم دور رسالت ﷺ کا بنیادی نکتہ اور اساسی ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ، ہادی دوراں، فخر صادقان ﷺ کے فضائل کے گلہائے رنگارنگ اس کتاب میں مہکائے ہیں۔

حوالے

- ۱۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی۔ محاضرات قرآنی: ص ۷۵
- ۲۔ ایضاً: ص ۷۵
- ۳۔ الرعد: ۷
- ۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ تفہیم القرآن: ج ۲، ص ۴۳۸
- ۵۔ سورۃ الحجر: ۱۰
- ۶۔ سورۃ النحل: ۳۶
- ۷۔ سورۃ اشعرا: ۲۰۸
- ۸۔ استثنائاً: باب ۱۸، آیات ۱۵-۱۹
- ۹۔ تفہیم القرآن: ج ۵، ص ۴۵۹
- ۱۰۔ بخاری: ۲۵: ۲۱
- ۱۱۔ حکمت الفرقان: ص ۴۷، ۴۸
- ۱۲۔ الفاطر: ۲۳
- ۱۳۔ ابن اکبر الاعظمی۔ محمد ﷺ ہندو کتابوں میں: ص ۱۱
- ۱۴۔ ایضاً
- ۱۵۔ القف: ۶
- ۱۶۔ البقرہ: ۱۲۹
- ۱۷۔ آل عمران: ۱۶۳
- ۱۸۔ اعلق: ۱
- ۱۹۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۲۹۲، ۲۹۳
- ۲۰۔ الضحیٰ: ۵۳۱
- ۲۱۔ تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۳۷۲
- ۲۲۔ الضحیٰ: ۸۴۶
- ۲۳۔ الم نشرح: م

۲۳ - تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۳۰۰

۲۵ - الاحزاب: ۵۶

۲۶ - تفہیم القرآن: ج ۴، ص ۱۳۳

۲۷ - القلم: ۴

۲۸ - تفہیم القرآن: ج ۶، ص ۵۹

۲۹ - الانبیاء: ۱۰۷

۳۰ - تفہیم القرآن: ج ۳، ص ۱۹۲

۳۱ - نقوش سیرت: ص ۲۲، ۲۳

۳۲ - التوبة: ۱۲۸

۳۳ - ترجمان القرآن: ج ۲، ص ۱۵۷

۳۴ - الکہف: ۱۱۰

۳۵ - الطور: ۲۸

۳۶ - الزمر: ۳۶

۳۷ - الزمر: ۳۸

۳۸ - المائدہ: ۶۷

۳۹ - المزمل: ۱

۴۰ - المدثر: ۱

۴۱ - یسین: ۲، ۱

۴۲ - تفہیم القرآن: ج ۴

۴۳ - ص: ۱

۴۴ - تفہیم القرآن: ج ۴، ص ۳۱۹

۴۵ - طہ: ۲، ۱

۴۶ - بنی اسرائیل: ۱

۴۷ - تفہیم القرآن: ج ۲، ص ۵۸۸

۴۸ - النساء: ۵۹

۴۹ - محمد: ۳۳

۵۰ - النساء: ۸۰

٥٢- الأحزاب: ٢

٥٣- تفهيم القرآن: ج ٣، ص ٨١

٥٤- الأحزاب: ٣٥، ٣٦

٥٥- تفهيم القرآن: ج ٣، ص ١٠٥

٥٦- الأحزاب: ٣٠

٥٧- تفهيم القرآن: ج ٣، ص ١٠٣